

# منافع حج کا مشاہدہ ہونا چاہیے

محمد جعفر پھلواری

صحیح تعداد تو نہیں بتا سکتا صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آج تک حج کے موضوع پر جتنی فقہ ریریں کی ہیں۔ خواہ وہ جسے کے خیلے ہوں یا ریڈیائی خطابات — اور جتنے مضامین لکھے ہیں ان کی تعداد کم و بیش سو توفرو ہوگی مان میں جہاں بعض نکات کی تکرار ہے وہاں بعض نئے نئے نکات بھی ہیں۔ اب ان مضامین کو دہرانا پسند نہیں کرتا صرف رابطہ کلام کے لئے سرسری اشارات پر اکتفا کروں گا۔ ان کے بغیر وہ باقی تشنہ رہیں گی جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام دوسری عبادات میں عقل غالب اور عشق مغلوب ہوتا ہے لیکن حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں عقل عشق کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔ اقبال کا یہ شعر حج ہی پر صادق آتا ہے کہ سے

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاس با عقل

لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

۲۔ یوں تو تمام عبادات میں مسادات کی تربیت دی جاتی ہے لیکن مسادات کا جو نظارہ حج میں نظر آتا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اس سعادت کی توفیق بخشے۔

۳۔ یہ ایک ایسی عالمی بین الہی کا نفرنس ہے جو بیک وقت روحانی بھی ہے اور قومی و سیاسی بھی۔ یہ محض ایک ثواب کا کام اور یا تیرا نہیں بلکہ اقطار عالم کے تمام مسلمانوں کے درمیان ثقافتی، سیاسی، معاشی، تجارتی، تعلیمی، سائنسی روابط کا ذریعہ ہے۔

۴۔ حج بڑی عمدہ تربیت ہے اس بات کی کہ ایک پاک نفس مجاہد کی سپاریا نہ زندگی کسی متحرک ہونی چاہیے۔

❖

جہاں تک عشق و دیوانگی کا تعلق ہے وہ تو مناسک کی ایک ایک اداسے واضح ہے۔ بے ڈھنگا

ہاں تاخیر اور ال بڑھے ہوئے، غبار میں آٹے ہوئے کسی جگہ چکڑاٹا رہے ہیں تو کہیں ادھر سے ادھر دوڑیں لگا رہے ہیں، دیوانوں کی طرح کنکریاں پگن رہے ہیں اور پھر وہی کنکریاں مل رہے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری جگہ سے تیسری جگہ کی خاک چھان رہے ہیں۔ سرسٹنڈا رہے ہیں یعنی یہ ظاہر کوئی کام ایسا نہیں جسے فرزانے ڈھنگ کا کام قرار دیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ادا سے مناسک کی ترتیب میں وہ علاقہ جہلا بیدی نہیں جو دوسری عبادات میں ہے۔ دیوانگی کے آغاز فرنانگی کے آغاز سے مختلف ہوتے ہیں۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور موطا سب میں یہ روایت موجود ہے کہ:

رعن ابن عمر بن العاصم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم تفتن في حجة الوداع  
لمنحى للناس يسئلونه فجاوه رجل فقال لهما اشعرا فحلفت قبل ان اذبح - قال  
اذبح ولا حرج - فجاوه اخر فقال لهما اشعرا فحلفت قبل ان اذمي - قال اذم ولا حرج -  
فما سئل يومئذ عن شئى فقدم او اآخ الا قال افعل ولا حرج -  
اشعور صلى الله عليه وسلم بجمعة الوداع كموثقة پر معنی میں پھر سے اور لوگوں نے مسائل  
دریافت کرنے شروع کئے۔ ایک آیا اور بولا،

مجھے معلوم نہ تھا اس لئے قربانی سے پہلے ہی سرسٹنڈا لیا۔ فرمایا، کوئی مضائقہ نہیں  
اب قربانی کرو۔ دوسرا آکر کہنے لگا، مجھے علم نہ تھا میں نے رمی سے پہلے ہی تسربانی  
دے دی۔ فرمایا، کوئی حرج نہیں، اب رمی کرو۔ غرض اس دن کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس  
کی تقدیم و تاخیر کے متعلق پوچھا گیا ہو اور حضور نے یہ نہ فرمایا ہو کہ، کوئی مضائقہ نہیں  
اب کرو۔

بے شعوری میں نماز کے اندر اس طرح کی تقدیم و تاخیر کی رعایت آپ کو نہ ملے گی۔ نذوۃ اور رزق  
میں بھی نہ دکھائی دے گی۔ یہ چھوٹ صرف حج میں کیوں ہے؟ اس لئے کہ جو رعایتیں دیوانگی کو ملتی ہیں وہ  
فرنانگی کو نہیں ملتی۔

تقدیم و تاخیر کے علاوہ کسی پیشی کی رعایت بھی حج ہی میں پائی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبل اپنی  
مسند میں حضرت سعید بن مالک کی ایک روایت یوں نقل فرماتے ہیں،

طفناح رسول الله صلى الله عليه وسلم فمتا من طائف سبعاً ونا من طائف ثمانی

ومنامن طواف اكثر من ذلك. فقال صلى الله عليه وسلم لاحد ج.

ہم لوگوں نے حضور کے ساتھ طواف کیا۔ ہم میں سے بعض نے سات طواف کئے بعض نے

آٹھ اور بعض نے اس سے بھی زیادہ طواف کئے حضور نے (ہر ایک سے) یہی فرمایا کہ:

کوئی مضائقہ نہیں۔

حج عشق دیدوانگی کا درس دیتا ہے اور عشق میں ایسی محویت کا جو جانا کہ تعداد طواف یاد نہ رہے، کچھ بعید

نہیں۔ مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ حج ایسی دیوانھی ہرگز نہیں سکتا جو عقل و کیا ست اور فہم و فراست

کو خیر باد کہہ دے بلکہ زیر کی یعنی عقل حیدرگی کی اس کو تا ہی و خامی کو دور کرتا ہے جو کسی اہم اقدام میں چمکا ہٹ

پیدا کرتی ہے اور اس اقدام سے پیچھے ہٹنے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے دلائل تراش لیتی ہے۔ یہی وہ

زیر کی ہے جس کا حشر یہ اہلیست ہے اور اسے ہمیز کرنے کے لئے اس عشق کی ضرورت ہوتی ہے جس کا

منبع آدم ہے

می شناسد ہر کہ از مبر محرم است

زیر کی زابیس و عشق از آدم است (رومی)

یہی ہے وہ عشق جو عقل کو بھی اپنا دیوانہ بنا لیتا ہے۔ عقل کی مصلحت اندیشی بہانہ سازی

اور حیلہ جوئی ابھی غور و فکر کی منزلیں طے کر رہی ہوتی ہے اور عشق فیصلے کی منزل پر پہنچ چکا ہوتا ہے

بے خطر کو دہڑا آتش بنو در میں عشق

عقل ہے جو تماشا تے لب بام ابھی

**ایک سوال** فریضہ حج کا یہ ایک بڑا اہم مقصد واضح ہونے کے بعد ہر حاجی کو اپنے دل سے پوچھنا چاہیے کہ

کیا یہ فریضہ ادا کرنے کے بعد ہمارے اندر اپنے مقصد زندگی اور نصب العین سے وہ گن پیدا ہوتی ہے

جو حج کا سب سے بڑا درس ہے؟ کیا اپنے دین سے وہ عشق پیدا ہوا ہے جو کوئی اہم قدم اٹھانے وقت

عقل حیدرگر اور بہانہ ساز زیر کی کے شیطانی وساوس کو روند کر آگے بڑھ جائے؟

❖

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام ہی دنیا کا واحد دین مساوات ہے۔ مساوات کا

مطلب نہیں کہ قدرت کے پیدا کردہ تفاوت و اختلاف کو سرے سے ختم کر دیا جائے یعنی نلٹے کو کپڑے

لبا اور بے کو با کرنا کر دیا جائے یا موٹے کو ڈبلا اور ڈبے کو فربہ کر دیا جائے۔ یا تمام گوروں کو کالا اور سارے کالوں کو گورا کر دیا جائے۔ انسانوں کے رنگ و روغن میں، قدر و قامت میں، پسند و ناپسند میں، افکار و گفتار و کردار میں، مزاجوں اور صلاحیتوں میں فرق رہے گا اور اسی طرح رہے گا جس طرح خود و کلان شیخ و شاہ، زن و مرد و غیر کا فرق ناگزیر طور پر موجود رہے گا۔ مساوات کا یہ مطلب بھی نہیں کہ شیر خوار بچے اور نندہ دست نوجوان کو باطل ایک جیسی غذا دی جائے اور دونوں کی بلاکت کا سامان کیا جائے۔ مساوات کا مفہوم صرف اسی قدر ہے کہ قانون کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں۔ کوئی بھی پیدائشی مخصوص حق لے کر نہیں آیا۔ زندہ رہنے کے لئے وسائل زندگی کا ہر انسان یکساں حق دار ہے خواہ مسائل کی نوعیت میں کتنا ہی فرق ہو۔ کسی کے لئے کوئی مخصوص رعایت نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں۔ رعایت صرف نیکیت کے لئے ہے۔ جو جس حد تک عقلی، جسمانی، مالی، عملی ضعف رکھتا ہے اسی حد تک اس کے لئے رعایت ہے اور اسی وقت تک ہے جب تک اس کا وہ ضعف باقی ہے۔ یہ ہے مساوات کا مطلب۔

اور اس مساوات کا روح چودہ نظارہ حج کے موقع پر قابل دید ہوتا ہے۔ دیکھنے سے جو بات حاصل ہوتی ہے وہ صرف سننے سے ممکن نہیں۔ خدا آپ کو توفیق دے تو آپ اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیں کہ کس طرح گدا، شاہ، سفید و سیاہ، امیر و فقیر، رنگی و افرنگی، عربی و چینی زبانوں کے بولنے والے مزدور پیشہ و کاریگر محنت کش و صنعت کار، غرض ہر رنگ، ہر نسل، ہر زبان، ہر ملک اور ہر پیشے والے شانہ و بشتانہ طواف کرتے ہیں۔ لباس ایک جیسا، زبان پر کلمات ایک جیسے، سہمی ایک ساتھ ہنسی، اعتراف، مزد و لفظ کا قیام ایک ساتھ، رمی ایک ساتھ، قربانی و حلق ایک ساتھ۔ مساوات یوں تو نماز روز سے میں بھی پوری طرح موجود ہوتی ہے لیکن حج میں تو مساوات کی ایسی مکمل تربیت و مشق ہوتی ہے کہ عالمی سطح پر کسی اور جگہ یہ ممکن ہی نہیں۔

**ایک سوال** | ہاں یہ درست ہے لیکن یہاں بھی ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تربیت کا مقصد کیا ہے؟ صرف چند دنوں کے لئے مساوات کا ڈھائی مظاہرہ؟ یا اقتدار مساوات کو زندگی کا غیر منفک جز بنانا؟ اگر سہیل بات ہے یعنی صرف چند روزہ مظاہرہ مساوات کا ڈھائی مقصد ہے کہ حج سے فارغ ہوتے ہی پھر وہی نسل و ملی اور نسل و نسل، کوئی و مسانی تفاوت، پیشے کی یا دیگر تفریق شروع ہو جلتے تو یہ کوئی ایسا بلند مقصد نہیں جس کے لئے حج کی تمام مالی، وقتی، جسمانی صعوبتیں اور

قریبان برداشت کی جائیں لیکن اگر اس تربیت کا مقصد یہ ہے کہ فراغت ج کے بعد کی بقیہ زندگی میں اہل مسادات روح کے اندر جذب ہو کر سراپا پیکر عمل بن جائیں تو یقیناً یہی ج کا صحیح مقصد ہے۔

برہاجی کو اپنے ضمیر سے دریافت کر کے جواب معلوم کرنا چاہیے کہ ہمارے اندر احساس برتری یا احسان کمزری میں کیا فرق پیدا ہوا ہے؟ ذہن کہاں تک بدل رہا ہے اور مسادات کی روح نے زندگی کے کن کن گوشوں کو اپنی گرفت میں لیا ہے؟ نیز مسافات کی پریشانی و تربیت محض نمائشی اور وقتی تھی یا اس لئے تھی کہ ہمدردی پوری زندگی میں دائمی طور پر کارفرما ہو جائے؟ ان سوالات میں ہر ایک کا جواب نہایت مایوس کن اور تلخ ہے ہمارے معاشرے کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں ملے گا جہاں مسادات کا فرما نظر آتی ہو۔ ج میں چند دن کے لئے اور نماز میں چند منٹ کے لئے تو مساوات کا مظاہرہ ہوتا ہے اور محمود آیا تا ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے فوراً بعد وہی اچرخ پنچ واپس آ جاتی ہے۔

سنت نبوی کے مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور نے کسی ایسے کام کو پسند نہیں فرمایا جس سے کسی کا تقوق، امتیاز یا کسی قسم کی خود نمائی یا خود ترجیحی (SELF IMPORTANCE) کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ بیٹی کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر اتنی ناپسند فرمائی کہ اسے آگ کی زنجیر قرار دیا اور فرمایا:

يا فاطمة ایخراک ان یقول الناس: ابنتہ رسول اللہ فی یدھا مسلسلۃ  
من الناس؟ (نسائی عن ثوبان)

اسے فاطمہ کیا تجھے پسند ہے کہ لوگ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے؟

ظاہر ہے کہ ایک معمولی سا طلائی زیور عورتوں کے لئے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن حضور اس عدم مساوات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں طلائی زیور ہو اور دوسری عورتوں کے ہاتھ خالی ہوں۔

ایک صحابی نے اپنا کمرہ دو منزلہ بنایا تو حضور اپنا منہ پھیر کر راستے سے واپس تشریف لے آئے اور اس وقت تک راضی نہ ہوئے جب تک انہوں نے آکر دوسری منزل کو منہدم کر دینے کی اطلاع نہ دے دی۔ بات کیا تھی؟ صرف یہ کہ بسن بہن میں مساوات ہونی چاہیے اور کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے جس سے کسی کا امتیاز قائم ہو۔ یہ امتیاز ہی ہے جو مسادات میں فرق ڈالتا ہے اور یہی آگے

چل کر طبقاتی تفاوت پھر طبقاتی کشمکش پیدا کرتا ہے اور یہی فساد کی اصل جڑ بنیاد ہے۔

آج مساوات کا یہ اسلامی انداز کس اسلامی ملک میں موجود ہے؟ یہ صرف رہن سہن کی مساوات کا ذکر ہے۔ اسی ذات پات، نسل و خاندان، ملک و قوم، رنگ و زبان اور پیشہ و حرمت کا ذکر باقی ہے۔ ان گوشوں میں بھی آپ کو کہیں مساوات نظر نہیں آئے گی۔ آپ گھوم پھر کر روحانی مرکزوں کو دیکھ جائیے۔ یہاں گدی نشین نے بعد نسل گدی نشین رہے گا اور قرآن نے بعد نسل قرآن ہی رہے گا۔ گدی نشین کبھی حنیف قرآن اور قرآن کبھی واجب التکریم گدی نشین نہیں بن سکے گا۔ گویا ایک طبقہ برہمن ہے جو ہمیشہ برہمن رہے گا اور دوسرا تاراج شدہ رہے گا۔

آگے بڑھئے جا کر دار ہمیشہ صاحب زمین رہا اور مزارع کو ہمیشہ محنت کش مزارع ہی رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی صورت بل کے مالکوں اور مزدوروں کی رہی ہے، افسروں اور ماتحتوں کی رہی ہے صحابہ کرام میں بھی بہت سے اہل خردت موجود تھے لیکن رہن سہن میں انہوں نے خائف و برتر ہونے کا اظہار کبھی گوارا نہ کیا۔ سیدنا صدیق اکبر صلوات اللہ علیہ نے تمام لوگوں کے وظائف یکساں رکھے اور فرمایا کہ: سبقت الی الاسلام اور دوسری دینی خدمات کا صلہ و اجر اللہ کے ذمے ہے۔ مگر دنیا میں معاشی ضروریات سمیوں کی یکساں ہیں۔ سیدنا خادع اعظم صلوات اللہ علیہ نے اپنے دور میں مختلف درجات مقرر کئے لیکن آخری دور میں آپ کو یہ احساس ہو گیا کہ صدیق اکبر، کابھی صلح تھا جو انشاء اللہ ایک سال تک نافذ کر دیا جائے گا۔ رہن سہن کی مساوات کا لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ تفاوت پیدا کرنے والا کوئی حقوق سز نہیں نکالنے پاتا اور فاضل از ضرورت (العفو) دولت ضرورت مندوں کی طرف ٹوٹا دی جاتی ہے۔ آج بڑے بڑے متقیوں کا یہ حال ہے کہ قیام باجماعت تو کر لیتے ہیں لیکن طوام باجماعت سے صاف کترا جاتے ہیں۔ اس مضمون کو طویل دینے کی بجائے ہم یہیں ختم کر کے ہر حاجی سے اپنا جائزہ آپ لینے کی درخواست کریں گے کہ وہ حج کے سب سے بڑے سبق — مساوات — کے بارے میں خود فیصلہ کرے کہ یہ زندگی کے کن کن گوشوں کو اپنی گرفت میں لے سکتی ہے۔

مناسک حج مرتضیٰ و دیوانگی کا سبق یا محض مساوات کا درس نہیں۔ یہ سارے عالم کے مسلمانوں کی ایک بین المللی اور بین الممالکی کانفرنس بھی ہے۔ ایسی کانفرنس جو بیک وقت روحانی بھی ہے، سیاسی بھی ہے معاشرتی بھی ہے اور معاشی بھی ہے۔ تاکہ ایک ملک کے مسلمان دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے رابطہ تجارت اور رشتہ اخوت مستحکم کریں۔ ایک دوسرے کی ضرورت جانیں۔ ایک دوسرے کو سیاسی تقویت پہنچائیں۔ تجارتی روابط قائم کریں، مالی معاونت کریں، معاشی بھاری قائم کریں، مظلوموں کی فریاد رسی کے لئے طریقے سوچیں اور سب سے بڑھ کر تبلیغ دین کے جدید طریقوں کو اپنائیں، غرض دنیا کے لئے امتہ وسط اور شہداء علی اناس ہیں۔ منیٰ میں اپنی آرزوؤں (منیٰ) کو حاصل کرنے کی جدوجہد کریں۔ عرفات میں ایک دوسرے سے تعارف حاصل کریں۔ مزدلفہ میں خدا سے اور خدا کے بندوں سے ازولاف و قرب پیدا کریں۔ طواف سے سیر و ادانی الارض کا سبق سیکھیں اور سستی سے سعی پیہم کا درس حاصل کریں۔ رمی سے دشمن کو نشانہ بنانے کی صلاحیت پیدا کریں، قربانی سے لقت کے لئے قربانی و ایثار اور خود اپنے نفسِ امارہ کی قربانی کا درس حاصل کریں۔

❖

یہ بھی ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ سفرِ حج اور مناسک حج ایک سپاہی کی جفاکشانہ زندگی اور ایک مومن کی نفس کشی کی عجیب و غریب تربیت ہے۔ نفس کشی کا یہ عالم ہے کہ احرام باندھتے ہی، روزے دار کی طرح بہت سی مباح چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں تاکہ حرام بطریق اولیٰ ترک ہو جائے۔ دل و دماغ۔ زبان اور ہاتھ پاؤں سبوں پر قابو رکھنا پڑتا ہے۔ فلا دقت و لا فسوق و لا حسدال فی الحج (حج ۱۹، ۱۰) اور جفاکشی کی سپاسیانہ زندگی کا یہ انداز ہے کہ ابھی کے میں ہیں اور صبح ہی صبح منیٰ پہنچ گئے اور وہاں ایک مکمل شہر آباد ہو گیا۔ دوسرے دن وہاں سے اٹھے تو سیدھے عرفات پہنچ کر ایک نیا شہر بسایا۔ پھر وہاں سے شام کو چلے تو مزدلفہ میں آکر دم لیا اور برہنہ سر وہاں کا ایک نیا شہر آباد ہو گیا۔ صبح وہاں سے اٹھ کر طے ہوئے اور پھر منیٰ کی ویران بستی کو آباد کر لیا۔ ابھی یہاں ابھی وہاں۔ نہ دن کی دھوپ کی پروا، نہ شب کی اوس کا خیال۔ ایک ویران بستی آباد ہوئی اور پھر اسے ویرانہ چھوڑ کر دوسرا شہر بسایا۔ یہ سب اللہ کے مجاہد سپاہی ہیں گھنہ بردوش۔ دیوانے ہیں مگر باہوش و گوش۔ پُر امن ہیں مگر سسلیا ہوش۔ درویش ہیں مگر عجب بدر سفر و دش۔ سراپا زندگی ہیں مگر گھنہ پوش۔ صاحب ثروت ہیں مگر بے پڑانے ناز و نوری۔





(ج) مکنتہ - حرام و حرام بیع رباعیہا و حرام اجر بیوتہا

(کہ بلکہ حرام ہے اور میان کی زمین کو فروخت کرنا اور یہاں کے گھروں کی اجرت (کمایہ) لینا بھی حرام ہے۔

(د) ان الله حرم مکنتہ فحرام بیع رباعیہا و اکل ثمنہا۔ وقال: من اکل من اجر بیوت مکنتہ شینا فانما یاکل ناسا

(اللہ نے کئے کہ بلکہ حرام قرار دیا ہے۔ لہذا اس کی زمینوں و یا مکانوں) کو بیع کھانا بھی

(حرام ہے)

آج آپ یہ ممنوع کام کئے بغیر حج ہی نہیں کر سکتے۔ ۱۳۹۴ھ میں ہم پانچ آدمیوں نے مل کر ۱۰۰۸ فیٹ کا ایک کمرہ دوسری منزل پر پندرہ سو ریال یعنی پتتیا لیس سو روپے میں دو ہفتے کے لئے لیا تھا۔ سادہ خدایں اس سے بھی زیادہ رقم ایک دن میں صرف ہو جائے تو عین سعادت ہے لیکن دیکھنا صرف یہ ہے کہ کیا یہ عین دین کوئی ایسا ممنوعہ بیوپار تو نہیں جو پہلے ہی قدیم پر پوسے عمل حج کو ضائع کر دے؟ العیاذ باللہ

بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو فی نفسہ غلط ہوتی ہیں لیکن ابتداءً ان کی غلطی سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ پھر یہ خاموشی مسلسل قائم رہنے کی وجہ سے انہیں تواتر کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور وہ جزو دینی بن کر داخل عقیدہ ہو جاتی ہیں۔ ہزار سال سے زیادہ عین مسجد حرام میں چار مصلے جزو اسلام بنے رہے اور آخر سعودی حکومت نے ایک صحیح قدم اٹھا کر سارے مصلے ختم کر دیئے اور صرف ایک مصلیٰ باقی رکھا۔

کیا عجب کہ کمایہ مکان کے واضح حکم میں بھی اسی قسم کی ڈھیل ابتدا میں دی گئی ہو اور اس کے بعد تواتر کی شکل اختیار کر کے یہ گناہ عظیم کا بھی کارِ ثواب بن گیا ہو۔ اگر لفظ رائے الضرورة تبیح الخطوات اسے درست قرار دیا گیا ہے تو اس ضرورت کو واضح کرنا چاہیئے اور یہ بھی بتانا چاہیئے کہ یہ احکام وقتی و عارضی تھے یا دائمی ہیں؟

لے احکام القرآن لمحمد ص ۲ ص ۲۵۵ طبع مصر۔

لے ذمے سفن دار قطنی ص ۲ ص ۵۵ طبع مصر ۱۳۸۶ھ۔

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ دینی ضروریات کی تکمیل کے لئے بعض نئی بدعات سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ اگرچہ کتاب و سنت میں اس کا سراغ نہ ملتا ہو۔ آپ کو کہیں کتاب و سنت میں پاسپورٹ، فوٹو، ویزا اور ایکس چینج کا سراغ نہیں ملے گا۔ کتاب و سنت میں سینے و چھیک کے ٹیکے لگو کر سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کا ذکر بھی نہیں ملے گا۔ لیکن اب ایک دینی فریضہ راج ان چیزوں کے بغیر ادا کرنا تقریباً محال ہے۔ اس کا بھی کہیں ذکر نہ ملے گا کہ اتنے دنوں سے زیادہ کئے یا دینے میں قیام نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ ساری باتیں معاصر امت کی خاطر ہی قبول کی گئی ہیں۔ اگر کرایہ مکان کی سود خورانہ آگ کھانے کے لئے بھی اسی قسم کا کوئی جواز ہو تو اسے واضح کر دینا چاہیے۔

✽

شمارۃ اللہ میں مقام ابراہیم بھی ہے اس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ : اتخذوا من مقام ابراہیم مستحبی۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا نشان قدم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی پر کھڑے ہو کر آپت تعمیر کعبہ فرماتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ پتھر دیوار کعبہ سے متصل ہی ہو گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طواف میں اس سے کچھ رکاوٹ پڑتی تھی تو غالباً سیدنا خالد بن ولیدؓ نے اسے دیوار کعبہ سے فاصلہ دور ٹھان دیا گیا۔ پھر کسی دور میں اسی پر ایک کھڑکی سی بنا دی گئی اور یہ صدیوں تک رہی موجودہ دور میں طواف کرنے والوں کے اٹھام کی وجہ سے اسے بہت مختصر سی ایک مدور برجی کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں جب میں سفر حج سے لوٹا تو ایک مختصر سا رسالہ مجھے کسی نے دیا۔ یہ حکومت سعودیہ کی طرف سے شائع کیا گیا تھا اور اس میں یہ خیال یا فتویٰ درج تھا کہ بوقت مزدت مقام ابراہیم کو اورد دور بھی بٹایا جاسکتا ہے تاکہ طواف کرنے میں تھوڑی سی جو رکاوٹ ہنوز پیدا ہوتی ہے وہ بھی نہ رہے۔

ایسی ایسی کئی ترقیاتی اصلاحات موجودہ دور میں ہوتی ہیں حج ظلم کا تصور بھی پہلے گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ قیام پاکستان سے بہت پہلے جب متحدہ ہندوستان میں پہلی بار حج کا ایک حصہ ظلم پر دکھایا گیا تو اس کے خلاف زبردست مظاہرے کئے گئے تھے لیکن اب پاکستان، ایران، کویت وغیرہ نے بہترین رنگین تیار کر کے پیش کی ہیں اور یہ سب کچھ حکومت سعودیہ کی اجازت سے ہوا ہے۔

علاوہ ازیں سارے عرب میں اب ریڈیو کی اتنی بہتات ہے کہ اس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اب تو ٹی وی آ گیا ہے اور ریڈیو اسٹیشن کی طرح ٹی وی اسٹیشن بھی قائم ہو گیا ہے۔ ریڈیو پر ہر روز صبح

مغرب اور عشاء کی نمازیں حرم شریف سے لیٹے ہوتی ہیں۔ ہم نے بہت سے لوگوں کو اپنے مکافوں ہی سے ٹرانزسٹر کے ذریعے جامعہ حرم میں شرکت کرتے دیکھا ہے۔

ہمیں امید کرنی چاہیے کہ ضرورتاً زمانہ خود ہی موقعے موقعے سے اصلاحات کرتی چل جائے گی اور جو اصلاحات غیر ضروری ہوں گی ان کو زمانہ خود ہی ختم کرتا چلا جائے گا۔

اس وقت ہم صرف ایک چیز کا ذکر کر کے مضمون ختم کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہے مسئلہ قربانی۔ ہم حج کے موقعے پر قربانی روک دینے کے حق میں تو نہیں لیکن دو باتوں کو ضروری سمجھتے ہیں :  
 ایک تو قربانی دینے والے قسمہ بان کی حیثیت و مقام کو سمجھ لیں۔ واجب کو سنت اور سنت کو فرض اور فرض کو مباح سمجھنے کی غلطی نہیں کرنی چاہیے۔ قربانی نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنۃ ترمذیہ و موکدۃ یشاب فاعلیہا و لایعاقب تادکھا (قربانی ایک ایسی سنت ہو کہ وہ ہے جس کا کرنے والا مستحق ثواب تو ہے مگر اسے ترک کرنے والا قابل عقوبت نہیں) یعنی کرنا تو ثواب ہے لیکن نہ کرنا کوئی عینہ نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حج کے موقعے پر چوپایوں کا جس قدر بے درین ضیاع ہوتا ہے وہ اب اسراف کی سرحد میں داخل ہو چکا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ایسا انتظام ضروری ہے کہ کلو امنھا و اطعموا ابائس الفقیر پر عمل ہو سکے۔

ضرورت ہے کہ علمائے کرام ایک تو کرایہ مکان سے بچنے کی تجاویز پیش کریں اور دوسرے ایسی تجاویز پیش کریں جن سے قربانیوں کا ضیاع نہ ہونے پائے۔

انشاء اللہ ہم بھی اپنی ٹوٹی چھوٹی تجاویز ہدیہ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔



لے کتاب الفقہ علی المناہب الاربعہ ج اول ص ۱۶۵

۱۶۵ اس قربانی میں سے خود بھی کھاؤ اور بد حال حاجتمند کو بھی کھاؤ (ج ۲۸۱)